سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (سے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹





نورافشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم۔ اے ۔ ۱۴ وارث روڈ ۔ لاہور } ایڈیٹر انچیف

پادری غلام مسیح صاحب میکلوڈ روڈ ۔ لاہور } اسسٹنٹ ایڈیٹر

پادری ڈبلیو ۔ جے کلارک صاحب ایم ۔ اے ۔ ایمپرس روڈ لاھور } مینجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینجر صاحب ہونا چاہئے ۔ تمام مضامین واشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کرکے بنام ایڈیٹر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں ۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے ۔

جلد ۵۳ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء | نمبر ۴۷

غزل

جناب پادری بی گارڈنر صاحب کے قلم سے

رہ بلا دن رات رہتی ہے دلِ بیتاب پر
جو مصیبت صرف شب بھر رہتی ہے سُرخاب پر

ایک دن ہم نے بھی پڑھ لی جاکے مسجد میں نماز
ابروی جاناں کا دھوکا ہوگیا محراب پر

شاید اس صورت سے دھڑکن اسکی کچھ کم ہو تو جائے
ہاتھ اپنا پیار سے رکھ دو دلِ بیتاب پر

چھیڑنے سے میری یہ ضد ہے اُن کو پھینکا توڑ کر
آج محفل میں عنایت یوں ہوئی مضراب پر

دیکھنا کل خاک میں ملجائینگے اُن کے بدن
آج جو سوتے ہیں فرشِ اطلس و کمخواب پر

غم نئے ہوتے ہیں پیدا تصور سینکڑوں
غور جب کرتا ہوں دل میں حالت سیماب پر

ذاتِ خالق پر توکل صرف رہتا ہے ہمیں
ناز ہوتا ہے کسی کو یار پر احباب پر

دیکھنا اُن کا نگاہِ قہر سے آفت ہُوا
کوند کر بجلی گری گویا دلِ بیتاب پر

دن کو وہ ملتا تو ہے ہم رات دن میں ہجر میں
رشک کیوں آئے نہ ہم کو قسمتِ سُرخاب پر

آب حیواں پر کیا ہے صبر قبضہ خضر نے
یہ خطِ مُشکیں نہیں رخسارِ عالتاب پر

تا جیسر سب میں دعوئی حبِ وطن اگر
یادِ صلیبِ عیسیٰ سے دل ہوگیا بحال

جنت نہ کیوں بشر کا جمِ ہجوم ہوگیا
میں کلفتِ جہاں سے جو مغموم ہوگیا

اللہ رے دل گدازی تصویرِ خستگان
دستِ مسیح سے فقط پائیگا وہ شفا

دل شیفتۂ صحبتِ مرحوم ہوگیا
جو وحشتِ گناہ سے معدوم ہوگیا

اِک شمۂ کرشمۂ عیسےٰ کے فیض سے
عشرت نصیب صادق محروم ہوگیا

لائل پور چرچ پلپٹ

زنجیر سے جکڑا ہوُا ایلچی

افسیوں ۶: ۲۰

مقدس پولس جب یہ خط لکھ رہا تھا وہ اس وقت کی دنیا کے دارالخلافہ روما میں حاکمِ وقت کا قیدی تھا۔ یہ اُس کی قید کا ابتدائی حصہ ہے ۔ اس میں اس کو قدرے آزادی تھی وہ اپنے دوستوں آشناؤں سے آزادانہ مل سکتا تھا ۔ جب وہ اس خط کو لکھ رہا تھا زنجیر اُس کے ہاتھ میں تھی ۔ ایک رومی سپاہی مسلح اس کا پہرہ دار تھا ۔ اس کے رومی دوستوں یا اُس کے اپنے خدمتگذاروں میں سے کئی ایک اُس کے گرد تھے ۔ مگر اُس کے خیالات دور ایشیائی ساحل کے کنارے کے ایک شہر افسس کی طرف دوڑ رہے تھے ۔ اس شہر میں اس نے بڑی محنت اور مصیبت سے کام کیا تھا ۔ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تین برس تک آنسو بہا بہا کر رات دن محنت کرکے اُس نے کام کیا تھا ۔ وہاں

غزل

ندرِ تلاشِ راحتِ موہوم ہوگیا
اِک خواب تھا شباب جو معدوم ہوگیا

افسانۂ حیات کا ہر باب اے ہمدم
عمرِ حباب سے مجھے معلوم ہوگیا

ہووے گی شہنشاہی خدا ابد میں قائم
جب اُس کا شاہ عیسیٰ مخدوم ہوگیا

ایک خاص کلیسیا قائم ہوگئی تھی اور اب وہ اُن کو یہ خط لکھ رہا ہے۔ اس خط کے چھٹے باب میں جس میں سے یہ وعظ کی آیت لی گئی ہے۔ وہ تمام ہتھیاروں کا ذکر کرتا ہے جو مسیحی سپاہی کے پاس روحانی جنگ میں ہونے چاہئیں۔ پولس کے پاس اس کا پہرہ دار سپاہی بیٹھا تھا اور اُس کے سارے ہتھیاروں کے مطابق وہ روحانی ہتھیار پیش کرتا ہے اور آخر میں وہ چاہتا ہے کہ افسس کے مسیحی اس کے لئے دعا کریں تاکہ اس کو خوشخبری کے بھید کو دلیری سے پیش کرنے کی توفیق حاصل ہو جس کے لئے میں زنجیر سے جکڑا ہوا ایلچی ہوں۔ اس سے ہم کئی ایک باتیں سیکھ سکتے ہیں۔

اوّل۔ پولس رسول یہاں اپنے آپ کو ایلچی کہتا ہے۔ ایلچی عموماً دو سلطنتوں کے درمیان خبر پہنچانے والا شخص ہوتا ہے۔

(۱) صلح کے وقت میں ایلچی کا کام ہے کہ تسلی اور اطمینان کی خوشخبری اپنی سلطنت سے دوسری سلطنت تک پہنچا دے اور پولس ہمیشہ انجیل کی خوشخبری دُور دُور تک پہنچانے کو تیار تھا۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ افسوس مجھ پر اگر میں منادی نہ کروں۔ ان معنوں میں ہم سب ایلچی ہیں۔ خصوصاً وہ جو دینی خدمت میں مصروف ہیں۔

(۲) جنگ کے دنوں میں ایلچی کا عموماً یہ کام ہے کہ صلح کے پیغام اور شرائط دشمن اور مخالف سلطنت تک پہنچائے اور دنیا میں عموماً قاعدہ یہ ہے کہ کمزور فریق صلح کا پیغام بھیجا کرتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ قادرِ مطلق خدا کمزور و سرکش انسان کے پاس صلح کا پیغام بھیجتا ہے اور پولس ۲ کرنتھیوں کے ۵ باب کی ۲۰ آیت میں کہتا ہے "پس ہم مسیح کے ایلچی ہیں۔ گویا ہمارے وسیلے سے خدا التماس کرتا ہے۔ ہم مسیح کی طرف سے منت کرتے ہیں کہ خدا سے میل ملاپ کرو۔ بلکہ اوپر کی آیتوں میں اُسکو بہت صفائی سے پیش کیا گیا ہے۔ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا اور ان کی تقصیروں کو اُن کے ذمہ نہ لگایا اور اس میل ملاپ کا پیغام ہمیں سونپ دیا۔ اے میرے ہمخدمتو کیا آپ نے ایلچی گیری کے اس زاویے پہلو پر غور کیا ہے۔ کیا کبھی آپ نے اس کو اس روشنی میں دیکھا ہے کہ آپ اور میں پولس کے ساتھ ہو کر اس خدمت میں شریک ہیں کہ خدا کی طرف سے صلح کا پیغام اس بگڑی ہوئی اور باغی دنیا کو پہنچائیں۔

دوئم۔ یہ ایلچی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے۔ یہ زنجیریں کیسی ہیں اور کیا ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) یہ زنجیر مخالفت اور دشمنی کی ہے۔ زمانہ مسیح کا مخالف ہے۔ حکام کی بھی مخالفت ہیں۔ یہودی پرانے دشمن ہیں اور پولس جیسا ایلچی پابہ زنجیر ہے۔ یہ اس مخالفت کو ظاہر کرتی ہے جو اس کے کام میں تھی اور اسی واسطے وہ زیادہ دلیری کے لئے درخواست کرتا ہے۔

(۲) یہ بات اس حالت کو ظاہر کرتی ہے جس میں ہو کر پولس اپنے بادشاہ و صداقت کی خدمت کرتا تھا۔ تکلیفیں دکھ۔ قید۔ زنجیریں اس کے لئے ہر جگہ تیار تھیں۔ عجب بات ہے کہ پولس رسول ایسی حالت میں ہو کر بھی خدمت کرتا تھا اور یہاں آجکل اگرچہ ہر طرح سے امن وچین کا زمانہ ہے مسیح کے خدمتگذاروں کو ہر طرح کی آسائش مہیا ہے۔ پھر بھی وہ خدمت نہیں ہوتی جیسے پولس رسول مخالفت کے سامنے کرتا تھا۔

(۳) یہ زنجیریں اس کی سرگرمی کی غایت کو ظاہر کرتی تھیں۔ وہ نہایت ہی سرگرم مناد تھا اور اگرچہ زنجیریں اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ شاہ وقت کا قیدی ہے مگر پھر بھی بڑی سرگرمی اور بڑی خواہش سے خوشخبری کی خدمت کر رہا ہے کیا ہم مخالفت کے سامنے سرگرمی ظاہر کرتے ہیں۔

(۴) اس کی یہ زنجیر مسیح کے ساتھ دکھوں کی شراکت کو ظاہر کرتی ہے۔ رومیوں ۸: ۱۷ میں لکھا ہے کہ "ہم خدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث ہیں۔ بشرطیکہ ہم اس کے ساتھ دکھ اُٹھائیں تاکہ اس کے ساتھ جلال بھی پائیں۔ پولس کلسیوں ۱: ۲۹ میں دکھ اُٹھانے کو خدا کا فضل کہتا ہے۔ اُس نے نہایت دکھ کی حالت میں ہو کر مسیح کی خدمت کی۔ بلکہ ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ اپنے بدن میں دکھوں کی کمی کو پورا کرتا ہوں۔

سوئم۔ پولس رسول کے ہاتھ میں آہنی زنجیریں اُس مخالفت اور دشمنی کے باعث تھیں جو اس وقت کے لوگ مسیح کے سبب سے اس سے رکھتے تھے۔ اور پولس اپنے آپ کو زنجیر سے جکڑا ہوا ایلچی کہتا ہے مگر کیا آج بھی زنجیروں سے جکڑے ہوئے ایلچی ملتے ہیں اور میں کئی ایک قسم کی زنجیروں کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) آج مسیحی ایلچیوں کا ایک گروہ ملتا ہے جو لالچ اور خود غرضی کی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے۔ وہ ہیں تو ایلچی مگر محض پیسے کے۔ محض گذارے کے۔ اُنہوں نے ایلچی کے کام کو . . . محض ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ ایسے پابہ زنجیر ایلچی یا مناد مسیح کی خدمت میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتے بلکہ ایسے کرایہ کے کارندوں سے مشنری کام میں بہت نقصان ہوا ہے۔

(۲) بے پروائی کی زنجیر آجکل عام ہے۔ بہت سے ایسے مسیحی ایلچی موجود ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک محسوس ہی نہیں کیا کہ کس قدر اہم خدمت اُن کے سپرد ہوئی ہے۔ اُنہوں نے ابھی تک ایلچی کی خدمت کی منزلت کو سمجھا ہی نہیں۔ منادی کے ذریعہ خدا کے ساتھ میل ملاپ کرنے کے پیغام کی ضرورت کو محسوس ہی نہیں کیا۔ وہ ابھی خوابِ غفلت میں سو رہے ہیں۔

(۳) انسانی انتظام کی زنجیر۔ اگر ہم آجکل مشنول اور کلیسیائی انتظاموں پر نظر ماریں اور دیکھیں کہ ایک اوسط درجے کے مشنری یا پاسبان کو کس قدر وقت خالص منادی یا انجیل سنانے کے لئے ملتا ہے تو ہم حیران ہونگے کہ کس قدر تھوڑا وقت (دیکھو صلا)

نورافشاں

مطبوعہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء

حضرت موسیٰ کی شکرگذاری

سینا پہاڑ پر پتھر کی الواح کا پایا جانا

شیبین لکھتا ہے کہ مشہور مصر ہیئت دان ڈاکٹر پروفیسر گرم موفسٹر یونیورسٹی نے نہایت عجیب وغریب خبر شایع فرائی ہے۔ بلکہ صفائی سے دعوےٰ کیا ہے کہ اُس نے عظیم تاریخی راز جو تحریری تاریخ کے زمانہ سے آج تک سربستہ چلا آتا تھا اور سینا پہاڑ کے ڈھلوان میں پوشیدہ تھا۔ دریافت کرلیا ہے۔

یہ دریافت حضرت موسےٰ کی شخصیت پر جس نے دُنیا کو شریعت دی تھی اور بائبل کے بیان پر روشنی ڈالنے والی ہے ڈاکٹر گرم نے برلن میں دوران لیکچر میں اس قیمتی دریافت کا ذکر کیا کہ کس طرح یہ عظیم الشان حقیقت دریافت ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ

۱۹۰۵ء میں پروفیسر فلنڈرپیٹری جو مصر ہیئت کا مشہور ماہر ہے۔ سینا پہاڑ کے سرابیت کادِم سے آٹھ پتھر کی الواح ویسی پائیں جیسی الواح کا ذکر بائبل السٹریٹڈ میں آیا ہے۔

یہ الواح نامعلوم زبان میں لکھی ہیں

ان الواح پر جس زبان کی تحریر پائی جاتی تھی۔ وہ ایک نامعلوم زبان ہے۔ پروفیسر فلنڈرپیٹری نے ان الواح کی تحریر کی فوٹو لیکر الواح کو وہیں پھینک دیا۔ کیونکہ وزنی ہونے کے سبب سے وہ اُن کو ہمراہ نہ لاسکا ۱۹۱۵ء تک یہ تحریر بالکل ایک سربستہ راز رہی۔

تب ڈاکٹر ایلن گارڈنر کی توجہ اس تحریر کی طرف ہوئی آپ نے بمشکل اسے پڑھنے کی چابی حاصل کی۔ آپ نے پہلے اس تحریر کے ۵ احرف اصلی مرتب کئے جو اگرچہ مصر کے تصویری حروف سے اخذ کئے گئے تھے۔ تو بھی وہ مصر کے تصویری حروف کی طرح لفظ اور جملے نہ بناتے تھے۔ اگرچہ ان حروف کی آواز تصویری حروف کے مشابہ تھی تو بھی مختلف تھی۔ یوں الواح کی تحریر کی پہلے ابجد معلوم و تیار ہوگئی +

تب جیسا کہ ڈاکٹر گرم نے بیان فرمایا کہ یہ بات صفائی سے معلوم ہوگئی کہ یہ حروف غیر مصری زبان کے ہیں جبکا موجد مصری زبان سے واقف تھا۔ الواح کی تحریر کا زمانہ قبل از مسیح ۱۵۰۰ سے ۱۵۳۱ تک کا قرار پایا ہے۔

جو کام ڈاکٹر گارڈنر نے شروع کیا تھا وہ آپ کے پروفیسر سیتھ اور ڈاکٹر ایزلر صاحبان کے وسیلے سے جاری رہا جسے آخرکار ڈاکٹر گرم نے تکمیل تک پہنچا دیا۔

ابجد ہوز مکمل ہو چکی

ڈاکٹر گرم نے محنت شدید کرکے آخرکار الواح کی پُر راز زبان کی ابجد مکمل کردی۔ آپ نے تحریر مذکورہ سے ۲۲ حروف مرتب کرلئے۔ تب اس تحریر کو پڑھا اور معلوم ہُوا کہ الواح کی زبان اصولاً بائبل کی عبرانی زبان سے موافقت رکھتی ہے۔ الواح کی تحریر کی پہلی تین سطروں کا مطلب یوں آیا ہے "میں **موسیٰ ہیتشیپ سوت ملکہ کا شکر گذار ہوں جس نے مجھے دریائے نیل سے بچایا۔ جس نے اعلےٰ عزت و مرتبہ پر مجھے پہنچایا۔**"

ڈاکٹر گرم فرماتے ہیں کہ لفظ "موسیٰ" کو منسی بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ لیکن پروفیسر ڈاکٹر گرم فرماتے ہیں کہ بائبل میں ایک جگہ موسےٰ اور منسی دونوں نام موسےٰ کے ہی آئے ہیں۔

رامسس II جو قبل از مسیح ۱۳۲۵ سے ۱۲۹۲ تک مصر کا حکمران تھا غلطی سے بنی اسرائیل کو ایذا دینے والا مانا گیا ہے۔ لیکن پروفیسر ڈاکٹر گرم کی تحقیقات سے حضرت موسیٰ اور رامسس II کے زمانہ میں ۲۰۰ برس کا فاصلہ ثابت کردیا گیا ہے۔

فتح کے لئے لڑائی

ملکہ ہیتشیپ سوت ہیتیز کے شاہی خاندان سے علاقہ رکھتی تھی یعنی آپ تھوتموس اول کی بیٹی تھیں۔ جو قبل از مسیح ۱۵۰۱ سے ۱۵۰۴ تک حکمران تھا۔ اُس کے تین بیٹے تھے جو اپنے باپ کی وفات کے بعد آپس میں تخت وتاج کے حصول کے لئے آپس میں رہتے رہے۔ آخر میں تھوتموس III اکیلا غالب ہوکر ملکہ ہیتشیپ سوت اور اس کے مددگاروں سے سخت جنگ کرتا رہا اور یہ واقع قبل از مسیح ۱۴۷۹ کا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر گرم فرماتے ہیں کہ یہودی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ملکہ ہیتشیپ سوت کے مددگاروں میں تھے۔ اس وجہ سے جب ملکہ ناکام ہوئی تو یہودی ملک مصر سے نکل گئے تاکہ اپنی ہستی کا بچاؤ کریں۔ بنی اسرائیل کے خروج کو بعض علما نے قبل از مسیح ۱۴۴۰ یا ۱۴۴۱ یا ۱۴۲۰ میں جگہ دی ہے۔

چونکہ تھوتموس III نے غالب آکر ملکہ ہیتشیپ سوت کی تمام یادگاروں کو فنا کردیا تھا۔ اس وجہ سے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ حضرت موسےٰ نے اپنی محسن ملکہ کی یادگاری میں یہ یادگار قائم کی تھی تاکہ فرعونی دست وبرد سے محفوظ رہے۔

فرعون کی بیٹی

ڈاکٹر گرم فرماتے ہیں کہ بائبل میں فرعون کی بیٹی کا نام مذکور نہ ہونے کی وجہ سے ملکہ ہیتشیپ سوت کے ذکر اذکار کا پایا جانا نہایت دلچسپ معاملہ ہے۔ اس سے بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کرنے کے عہد دو

سال کا درست اندازہ لگ سکتا ہے۔ جیسا کہ بائبل کے علما نے بیان بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر ماگرم کا بیان ہے کہ ہنوز بہت کچھ دریافت کرنا باقی ہے۔ آپ نے آخر میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ ایک اور مہم تیار ہونا چاہئے۔ جو کوہ سینا کے پہاڑوں کی چھان بین کرے۔ اب وہاں انگریزی حکومت ہونے کی وجہ سے سہولتیں میسر آسکتی ہیں۔ اُن آٹھ الواح کا سراغ لگانا چاہئے۔

زیر تجویز ضابطہ کلیسیائے ہند کے فوائد

نور افشاں کے گذشتہ اشاعت میں اسی موضوع پر چودھری جلال صاحب عنبر کا مضمون نکل چکا ہے۔ اب ہمیں پادری برکت اللہ صاحب کی معرفت جناب پادری ایف۔ جی۔ بریڈ صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون رومن طرز تحریر میں ملا ہے۔ جسے ہم فارسی رسم الخط کا جامہ پہنا کر مگر اصل لفظوں میں ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے درج کرتے ہیں۔ تاکہ مضمون کے دونوں پہلو کلیسیا کے سامنے واضح ہوجائیں۔

مترجم

ہندوستانی کلیسیا ترقی کر رہی ہے اور ترقی کے لئے سب سے ضروری شرط ہے آزادی۔ جیسے جنگل میں وہ درخت اچھی طرح اُگتا ہے جو دوسروں سے علیحدہ ہو۔ جہاں آزادی ہے وہاں ترقی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ آگے کی ضروری شرط ہے۔ اس لئے کلیسیا کے لئے بھی آزادی لازمی ہے۔ موجودہ وقت ہندوستان میں کلیسیا جو انگلستان کی کلیسیا سے علاقہ رکھتی ہے۔ ان سارے قوانین سے پابند ہے جو انگلستان میں رائج ہیں۔ مثلاً جب تک کہ ہم ان قوانین سے آزاد نہ ہو جائیں ہم اپنے بہتر انتظام کے لئے کوئی نیا ضابطہ مقرر کر سکتے اور نہ کوئی نئی طرز عبادت ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم دعائے عام کی انگریزی کتاب سے پابند ہوتے ہیں اور یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ یہ کتاب اجنبی ہے اور ولیسی نہیں ہم ان ترتیبوں کے موافق پورے دل سے اپنی عبادت نہیں کر سکتے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس اندازے تک ہمارا مذہب مغربی ہے۔ ہم اس درخت جیسے ہوتے ہیں جو دوسرے درختوں کے بیچ میں اُگتا ہے اور ان سے دبایا جاتا ہے اور اپنی کامل اونچائی اور جمال تک پہنچ نہیں سکتا لیکن اس نئے زیر تجویز ضابطہ کے مطابق ہم کو پوری آزادی حاصل ہوگی اور یہ آزادی بڑے ہی فائدے کا باعث ہونی چاہئے۔ یعنی ترقی کرنے اور آگے کا ذریعہ۔ تاہم سچی آزادی غلامی بھی ہے یعنی محبت میں غلامی۔ چونکہ آزادی خود پسندی سے بہت ہی مختلف ہے۔ ہم کلیسیائے انگلستان کے قوانین سے آزاد ہوتے ہیں۔ نہ اس سبب سے کہ ہم جو اس کلیسیا کے بچے ہیں اپنی ماں پر فخر کریں اور اُسے ناچیز سمجھیں۔ بلکہ اس سبب سے کہ سچے اور پُر وفا فرزندوں کی طرح ہم اپنے آپ کو اپنی ماں کے شکر گذار بیٹے معلوم کریں۔ اور چونکہ ہم دونوں خدا سے پیدا ہوئے ہیں نہ انسان کی مرضی سے۔ ہماری ترقی مسیح میں ہونی چاہئے یعنی رُوح اور فضل میں ترقی نہ صرف انتظامی ترقی۔

سو اگر ضابطے کا پہلا فائدہ ہے آزادی۔ تو اس کا دوسرا فائدہ ہوگا خود مختاری۔ خدا نے انسان کو یہ لیاقت بخشی ہی ہے۔ خواہ فیلسوف اسے مانیں یا نہ۔ اور یہ روحانی زندگی کا بنیادی اصول بھی ہے۔ ہم مسیح میں نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس بڑی نجات سے غافل بھی رہ سکتے ہیں۔ انسان چُننے کی طاقت رکھتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری انسانی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اس واسطے آجکل دُنیا کی سب قوموں کے بیچ میں خود مختاری حاصل کرنے کا بڑا ہی جوش ہے۔ یہ ہماری انسانیت کی ایک فطرتی تحریک ہے۔ سو چونکہ یہ سیاسی باتوں کے لحاظ سے ایک مانا ہُوا اصول ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیائی باتوں میں بھی یہی اصول عمل میں آئے اور اس نئے ضابطے کے مطابق پوری خود مختاری ہندوستانی کلیسیا کو حاصل ہوگی یعنی ہماری کلیسیا پوری قوت پائیگی کہ اپنے لئے پُر اختیار کونسلوں اور خاص مجلسوں کا بندوبست کرے۔ اپنے مناسب اشخاص اور مجلسوں کے ذریعے حسب ضرورت ایمان اور نظام کے متعلق اعلانات تاویلات اور قرار دادیں بنائے۔ اپنے شکر کی عبادت کے طریقوں کو ترتیب دے اور ان کے اوپر تادیب کا پورا انتظام بھی کرے۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹا ہی فائدہ نہیں ہے۔ جبکہ ہم دوسری جماعتوں پر (نا کہ ہم نہیں کلیسیاؤں پر کیونکہ کلیسیا کا کوئی جماعت نہیں ہے) نظر کرتے ہیں۔ مثلاً پریسبٹیرین کے ہاں یہ خود مختاری حاصل ہوچکی ہے ہم نے کہا ہے کہ آزادی خود پسندی نہیں ہے بلکہ ہم مسیح میں آزاد ہوتے ہیں۔ تاکہ ہم اس کے غلام بنجائیں اور خدا کی بندگی کریں۔ وہ جماعت فی الحقیقت آزاد ہے۔ جس کے سب شرکا اس کے قواعد اور قوانین مانتے اور ان سے پابند ہوتے ہیں نہ وہ جماعت کہ جس کے ممبران اپنی خواہشوں پر کوئی لگام نہیں رکھتے۔ سو ہر ایک ضابطہ کا پہلا مقصد تادیب کا استعمال ہوگا۔ موجودہ وقت میں کسی کلیسیائی تادیب کو عمل میں لانا بہت مشکل بات ہے۔ اگر کوئی پادری جرم کرے یا نالائق طور سے پیش آئے تو اس پر سزا ڈالنے کا کوئی آسان طریقہ نہیں ہے یا اگر کوئی غیر تقرر یافتہ شخص خواہ کتابوں کے ذریعے سے خواہ تقریروں سے بدعتی تعلیم دے۔ اس پر اس کی غلطی کو ثابت کرنے کا کوئی مناسب ذریعہ نہیں ہے لیکن نئے ضابطے میں تادیب کا پورا بندوبست کیا جائیگا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ کلیسیا کا سارا انتظام خاص اور مقرر کا ہوگا۔ ہر ایک بات کی ایسی صاف تشریح کی جائیگی کہ جدو جہد دور ہو جائیگا اور بحث و مباحثہ کی گنجائش کم رہیگی امید ہے کہ ہم اس گول مول حالت میں نہیں رہینگے کہ جس میں کلیسیائے انگلستان اب دیکھی جاتی ہے پولوس رسول کی صلاح ہمارے لئے بہت اچھی ہے کہ ساری

باتیں شائستگی اور قرینے کے ساتھ عمل میں آئیں۔

لیکن کلیسیا کا سارا انتظام اور قرینہ اس غرض سے مقرر ہوتا ہے کہ خدا کے لوگ عبادت اچھی طرح کر سکیں اصل میں یہ نیا ضابطہ محض سوکھی ہوئی ہڈیاں ہیں۔ اس کی جو زندگی ہونی چاہئے۔ یہ ہے کہ ہماری ہندوستانی کلیسیا میں ایک نئی روح پیدا ہو جائے اور وہ روح ترقی۔ تقدیس اور سچائی اور عبادت کی روح ہونی چاہئے سو اس نئے ضابطے کا ایک اور بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم کو ہندوستان میں اجازت اور اختیار حاصل ہوگا۔ کہ ہم اپنی خاص حاجتوں کے موافق اپنی عبادت کی ترتیب کو مقرر کریں۔ اغلب ہے کہ ہمارے پنجاب میں ہماری ترتیب اس ترتیب سے کچھ مختلف ہوگی جو جنوب میں رائج ہو۔ اصلی روح اور تعلیم وہی ہوگی لیکن بیرونی صورتیں شائد کچھ اور ہونگی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ بشپ عزرایاہ نے نکاح کی ترتیب میں اپنے علاقے کے لئے خاص رسمیں منظور کی ہیں اور بشپ پامر نے پاک رفاقت کے لئے ایک خاص ترتیب۔ کہ جس میں ہماری موجودہ ترتیب سے آسمان و زمین کا فرق ہے۔ عمل میں لے آنے کی اجازت دی ہے۔ یہ باتیں نشانات ہیں کہ اگر یہ زیر تجویز ضابطہ منظور ہو جائے اور استعمال میں آئے پھر ہم کو پوری آزادی ملیگی۔ کہ ہم اپنی خاص حاجتوں اور ہندوستانی طبیعت کے موافق اپنی ساری طرز عبادت مقرر کریں۔

آخرکار سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ہر ایک رکاوٹ سے آزاد ہو جائینگے۔ تاکہ ہم مسیح کا ایسا بیان اور تفسیر کریں جو کلیتہً ہندوستانی ہوگا۔ مسیح مشرق کا ہے اگرچہ وہ ہندوستان میں مغرب سے آیا ہے۔ یورپ نے مسیح کی ایسی تفسیر کی ہے کہ وہ جو گنہگار اور ادنےٰ درجہ کے لوگوں کا دوست تھا ابھی ایک بڑا صاحب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستانی مسیح کی دولت کی ایسی نئی تحقیقات کریگا کہ اس کے بے حد خزانے سے بہت نئی چیزیں نکالیگا۔

اس طرح کلیسیا ہی جامع کے لئے بہت نئی برکتیں ملینگی مسیح اپنے جلال میں منتظر ہے کہ کلیسیا کو جو اس کی دلہن ہے اپنے پاس لے پہنچائے۔ لیکن ابھی تک دلہن تیار نہیں ہے۔ اس کی پوشاک اور زیورات مہیا نہیں ہوئے ہمارا یقین ہے کہ مسیح کی دلہن کے بہت ہی زیورات ہندوستان سے مہیا ہونگے۔ ابھی ہماری کلیسیا کو یہ موقع دیا جاتا ہے کہ اپنے خدمت کے ڈبے کھول کر سونا اور لوبان اور مُر مسیح کے قدموں پر نذر کر دے۔

ایف۔ جی۔ برڈ

مسیحیوں کے جلسے اور مناظرے
بجواب
اہلحدیث کے جلسے اور مناظرے

دوھر ہمارے "تقابل تقابل" پکارنے کو آپ "مغالطہ محض" قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے تثلیث کا ثبوت بالکل "کوڑ مغزی" سمجھتے ہیں۔ بایں حجت کہ تقابل کا اعتبار اعراض میں ہوتا ہے نہ کہ جواہر میں"۔ اور اس سے آپ یہ نتیجہ اخذ کرنے چلے ہیں۔ کہ "ذات باری عزاسمہ اس بحث میں نہیں آسکتی"۔ گویا ذات باری آپ کے خیال" جواہر میں داخل ہے۔ حالانکہ آپ کے "فاضل" ذات باری کو "لاجوہر" کہتے ہیں۔ پس آپ کا تقابل کی بحث میں ذات باری تعالےٰ کے متعلق اعراض وجواہر کی تقسیم پیش کرنا "بالکل کوڑ مغزی" نہیں تو اور کیا ہے؟ امید کہ آئندہ جواب الجواب میں اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالینگے کہ وحدت و کثرت اعراض میں سے ہیں یا نہیں؟ تاکہ آپ کو "تقابل کا اعراض میں ہوتا ہے نہ کہ جواہر میں" کہنے کی کچھ حقیقت معلوم ہو جائے۔

"اور یہ جو آپ تقابل تقابل پکار رہے ہیں"۔ اصل بحث سے اس کا سر مو تعلق نہیں۔ آپ صرف "لفظ تقابل" ہی پر کچھ کا کچھ فرمانے لگ گئے۔ اور جس معنی میں ہم نے اس لفظ کو استعمال کیا تھا اس کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اب مہربانی فرما کر اس بحث کے متعلق ہمارے رسالہ اثبات التثلیث کو بغور پڑھ کر پھر خامہ فرسائی کیجئے۔ ورنہ بلا سوچے سمجھے کسی بحث میں الجھنا یہی تو کوڑ مغزی ہے"۔

اور آپ کی اور مہمل باتوں کی طرح یہ کہنا ہی بے معنی ہے کہ "واحد اور کثیر میں جو تقابل ہے وہ تقابل تخالف کا ہے نہ کہ تلاقی کا"۔ کیونکہ ایک ابتدائی رسالے" میں یوں لکھا ہے کہ مختلفین ان کو کہتے ہیں کہ ایک کا مفہوم دوسرے کا تمام مفہوم نہ ہو۔ اور یہ تقسیم تلاقی اور تقابل کی جانب منقسم ہوتی ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ دو چیزیں جو مختلف ہونگی یا تو ان کا اجتماع محل واحد میں باعتبار واحد ممکن ہوگا تو انکو متلاقیین کہتے ہیں۔ جیسے حرکت و سواد۔ اور اگر ان کا اجتماع محل واحد میں باعتبار واحد ممکن نہ ہوگا۔ تو وہ متقابلین سے موسوم ہوتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کا یہ کہنے سے کہ "تقابل تخالف کا ہے نہ کہ تلاقی کا" کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اور واحد بالشخص مثلاً زید میں نفس و روح و عقل کی کثرت کے باوجود آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں؟ کہ وحدت و کثرت کا اجتماع محال ہے!

اور آپ کا یہ فرمان کہ "دیگر یہ کہ متقابلین تو جمع ہو ہی نہیں سکتے"۔ قضیہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ متقابلین کا اجتماع باعتبار واحد محال ہے نہ کہ مطلقاً محال۔ کما لا یخفی۔

(ش) آپ نے سورہ اخلاص کے بارہ میں کسی شاہ صاحب کی تفسیر سے ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے کہ اس سورہ سے عدد۔ مرتبہ و منصب۔ نسبت اور کار و تاثیر کی شرکت کی نفی ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ اس سورہ میں دو چار چیزوں کی نفی چھوڑ اگر ہزاروں نفیاں بھی فرض کر لی جائیں تو بھی اس سے وحدت محضہ کی تعیین نہیں ہو جاتی۔

آپ کے قول کے مطابق بھی اس سورہ سے "دہریہ۔ فلاسفہ۔ ثنویہ۔ یہود و نصاریٰ۔ اور مجوسیان کی تردید" بھی ہوتی ہے نہ کہ وحدت محضہ کا اثبات۔ اس سے البتہ یہ عجیب حقیقت مستنبط ہوتی ہے کہ اس سورہ نے دیگر مذاہب کے معتقدات کو تو رد کر دیا۔ مگر کوئی اعتقاد ان کی بجائے پیش نہیں کیا۔ یوں کہو کہ خود تو کچھ پیش نہ کیا اور جو دوسرے مان رہے تھے اس کو بھی رد کر دکھایا! شاید اسی حجت سے کسی نے یوں کہہ دیا کہ ؎

ہوس میں کعبہ کی شیخ کیوں تبخانہ سے گمراہ ہے
یہاں تو کوئی صنم بھی ہے وہاں اللہ ہی اللہ ہو

(ح) آپ فرماتے ہیں کہ "ذات برحق ماہو کے جواب میں نہیں آسکتی۔ اگر آسکتی ہے تو ملت ابراہیمی کی بجائے اتباع فرعون کا اقرار کرنا چاہئے۔" جواب میں عرض ہے کہ ہم نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ یہ پوچھا تھا کہ وحدت محضہ کیا ہے؟ اگر آپ ہمیں یہ پوچھنے کا مستحق بھی نہیں سمجھتے تو آپ کس بناء پر مسئلہ تثلیث کے متعلق اعتراض کرنے کے واحد ٹھیکہ دار بن بیٹھے۔ "حیرانی ہے کہ کبھی تو ہمیں یہ دعوے سنا رہے تھے "گر یہ کہنا کہ قرآن شریف میں توحید (اسلامی) کا مطلقاً ذکر نہیں۔ دوپہر کے سورج کا انکار ہے۔" مگر جب ہم نے باادب دریافت کیا کہ قرآن شریف میں کس جگہ پر وحدت محضہ کا مفہوم پایا جاتا اور کہاں اس کی تعریف مذکور ہوئی ہے؟ تو جھلا کر آپ نے ہم پر "اتباع فرعون" کا فتوے لگا دیا۔ "نہ روئے ماندن نہ پائے رفتن"! اسی کو کہتے ہیں۔

آگے بڑھ کر آپ منطق کے نردبان چوبیں پر پہنچ گئے اور "پائے چوبیں سخت بے تمکین بود" کی تعبیر بلا شمسیہ کی ورق گردانی کرنے لگے جس میں سے معرف کا بیان یوں سنایا کہ "المعرف للشئی هو الذی یستلزم تصوره تصور ذالک الشئی او امتیازه عن کل ما عداه۔" ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ قرآن شریف سے وحدت محضہ کا ایسا کونسا معرف آپ پیش کر سکتے ہیں کہ جس کا تصور مستلزم تصور وحدت محضہ ہو یا اس کو کل اعداه سے متاز کر دے۔ اور اس کے ساتھ ہم آپ کو کسی "ابتدائی رسالے" سے بھی تعریف کی ماہیت بتا دیتے ہیں کہ "التعریف عبارۃ عن ذکر شئی تستلزم معرفته معرفة شئی آخر" اور معرف کا پتہ بتا دیتے ہیں کہ "مایستلزم تصوره اکتساب تصور الشئی بکنهه او بامتیازه عن کل ما عداه فیتناول التعریف الحد التام والناقص و الرسم فان تصورهما لا یستلزم تصور حقیقة الشئی بل امتیازه عن جمیع الاغیار" اور معرف کے متعلق یہ شرط بھی "کسی ابتدائی رسالے" سے سنا دیتے ہیں۔ کہ "معرف الشئی ما یقال علیه لافادة تصوره و یشترط ان یکون مساویا واجلی فلا یصح بالاعم والاخص والمساوی معرفة وجهالة والاخفی" اور آپ تو یہاں تک دلیر ہیں کہ "و رسما ناقصا ان کان بالخاصة وحدها" کا چراغ ہاتھ میں رکھتے ہوئے بھی ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ "محض خاصہ سے بھی تعریف ہو سکتی ہے۔" جناب من! صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ایسی تعریف رسم ناقص کہلاتی ہے۔ ہم تو آپ سے وحدت محضہ کی حد تام پوچھ رہے تھے۔ اور آپ کا دعوے بھی یہی تھا کہ سورہ اخلاص میں جو تعریف پائی جاتی ہے "یہ تعریف بالکل کامل و وافی ہے"۔ مگر اب حد تام تو درکنار حد ناقص اور رسم تام سے بھی پہلو تہی کر کے صرف رسم ناقص پر ٹالنا چاہتے ہیں! اور حیرانی ہے کہ "رسم ناقص بھی نہ بتا سکے۔ کیونکہ خاصۃ الشئی ہیں کسی ابتدائی رسالے" نے "مالا یحمل علی دون الشئی" بتایا ہے اور آپ ہمیں "اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد" سنا کر یہ سکھا رہے ہیں کہ خاصۃ الشئی وہ ہوتا ہے جو خود اس شئے میں بھی موجود نہ ہو۔ جناب من! آپ کدھر جا رہے ہیں؟

"کیں رہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است"

(باقی باقی) عبدالحق

یہ ہندو برہمن کون ہے؟

برٹش مینیجر نامی ایک علمی رسالہ میں کسی شخص ونکاٹا رام شرما کی چٹھی شائع ہوئی ہے۔ یہ چٹھی ایک بائبل سوسائٹی کے نام ہے۔ راقم لکھتا ہے کہ جنوبی ہند کا ہندو برہمن اور سنسکرت کا ودوان ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنی ہندو برہمن جماعت میں آپ کی سوسائٹی کے شائع کردہ رسالجات اگر آپ بھیجا کریں تو تقسیم کروں مزید براں بائبل کے پرچار کے لئے میرا ارادہ ہے کہ اس مقدس کتاب کا سنسکرت میں ترجمہ شائع کیا جائے چونکہ یہ ایک کار عظیم ہے جس پر محنت اور روپیہ بہت خرچ ہوگا۔ اس لئے آپ کی سوسائٹی سے التجا کی جاتی ہے کہ ہمارے اس کام میں آپ ہماری مدد کریں۔ مشنری سوسائٹی کا رسالہ اس پر لکھتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کا دل عیسیٰ پر آ رہا ہے۔ جلد یا بدیر کروڑہا انسان مسیح کے گلے میں شامل ہو جائیں گے۔

مرتی ہوئی مسیحیت کا مسیحا

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہندو برہمن ہے کون! جس نے سمندر پار کے عیسائیوں سے روپیہ بٹورنے کا یہ ڈھنگ نکالا ہے۔ روپیہ بٹورنا پورانک برہمنوں کا کام ہے۔ لیکن یہ

حقیقت جو ونکاٹا پنڈت کو سوجھی ایسی ہے کہ جس پر پورانک برہمنوں کے روپیہ بٹورنے کے تمام ڈھنگ قربان کئے جاسکتے ہیں۔ بھولے عیسائیو۔ جو برہمن عیسائی مذہب کا پرچار کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ خود کو ہندو برہمن ظاہر کرتا ہے تو یقیناً تمہیں دھوکا دیتا ہے۔ اگر اس شخص کی کوئی ہستی ہے تو وہ ٹھگ ہے۔ خواہ اُسے ہندو برہمن ٹھگ کے نام سے پکارو جس نے عیسائیوں کو دھوکا دینے کی چال نکالی ہے یا عیسائی ٹھگ سمجھو جو مغربی ممالک کے عیسائی مشنوں کو دھوکا دیکر اس بھرم میں ڈالے رکھنا چاہتا ہے کہ ہندوستان میں عیسائیت کا پوچھتا آپ ہے۔ وغیرہ (آریہ گزٹ ۱۱/۲۵ ۱۵)

مسیحیت کی روز افزوں ترقی دیکھ کر یہ آریہ سماجی اخبار آگ بگولا ہو کر بیچارے ونکاٹا رام پر سب وشتم کی بارش کرتا ہے۔ اور انگریز مشنریوں اور ولائتی لوگوں کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ۔

(۱) روپیہ بٹورنا صرف پورانک برہمنوں کا کام ہے
(۲) اور کوئی برہمن روپیہ بٹورنے کے سوا کسی اور غرض سے مسیحی دھرم کا پرچار نہیں کرتا۔

ہم پرکاش کے اس تجربہ کو کہ پورانک برہمنوں کا کام روپیہ بٹورنا ہے جھٹلانے کے حقدار نہیں۔ ہزارہا سالوں سے دیوالی کے موقع پر لچھمی یعنی دولت کی پوجا کرتے ہوئے ہندو برہمنوں کی فطرت ہی میں زرپرستی کا مادہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور عادت کو تو فطرت ثانی کہا ہی جاتا ہے۔ جب پورانک برہمن لچھمی کی پرستش کو مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں تو ان کو آریاؤں کے اس الزام کی یقیناً پروا نہیں باقی رہا

ہندو برہمن ٹھگ

کا الزام۔ ہم حیران ہیں کہ پرکاش کو کیا ہو گیا۔ درایت اور ذاتی علم کے بغیر ہی کسی پر فریب اور ریاکاری کا الزام لگا دینا الزام لگانے والے کے دل حالات کو ظاہر کرتا ہے جب اسے اتنا ہی علم نہیں کہ درحقیقت ونکاٹا رام کوئی ہستی ہے تو اب یہ سوال ہے کہ ہم ہر ایک ہندو لیڈروں کی تحریریں اس خیال کے متعلق مطالعہ کر رہے ہیں۔ شدھی کی تحریک کے سلسلہ میں ہندو اخبارات کے بیان کے مطابق چند مقامات میں معدودے چند مسیحی اپنے سابقہ ہندو دھرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ مگر یہ وہی شخص ہیں جنکی نسبت انجیل نے پہلے ہی فرما دیا کہ "درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے جو درخت اچھے پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے"۔ ایسے اشخاص تو کم وبیش ہر مذہب کے پیرؤوں میں پائے جاتے ہیں مگر کسی بات پہ فیصلہ کر بیٹھنا غلطی ہے۔ اسی غلطی میں مبتلا ہو کر لالہ لاجپت رائے صاحب نے لکھا ہے کہ ہمارے جس قدر ہندو بھائی مسیحی ہو گئے ہیں۔ وہ مذہب کی خاطر نہیں محض دنیوی فوائد کی خاطر ہم سے الگ ہو گئے۔ پرکاش کو یقین کامل ہے کہ روپیہ بٹورنا پورانک برہمنوں کا کام ہے اور ان میں سے اگر کوئی ونکاٹا رام بظاہر مسیحی مگر حقیقت میں ہندو برہمن ہے تو بلا شبہ وہ اپنی روپیہ بٹورنے کی عادت کو ترک نہیں کر سکتا یعنی اس کے نزدیک پورانک برہمن خواہ کوئی بھی مذہب بدل لے روپیہ بٹورنا اس سے جدا نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر اسے غالباً پنڈت نیلکنٹھ شاستری بھول گئے جنہوں نے ہندو دھرم کی تردید اور مسیح کی خدمت کے لئے زندگی وقف کر دی تھی۔ کیا وہ بھی روپیہ بٹورنے ہی کی خاطر شڈ درشن درپن لکھ گئے ہیں جس کا آج تک ہندو جواب نہیں دے سکے

قریب المرگ دھرم کا دم واپسیں

ونکاٹا رام کو بائبل کو سنسکرت زبان میں ترجمہ کرنے کی خواہش کو پرکاش نے "مرتی ہوئی مسیحیت کا سہارا" سمجھ لیا ہے۔ مگر اسے وہ دن اتنی جلدی بھول گیا۔ جب آریہ گزٹ نے ایک اپیل شائع کی تھی کہ ہندو مسلمان آریہ سماج پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ویدوں کا ملکی زبان میں کوئی ترجمہ نہیں۔ ہمیں روپیہ بافراط ملنا چاہیے تو سارے وید کا مستند ترجمہ لکھیں گے اور لطف کی یہ بات ہے کہ اس کی اس اپیل پر آریوں نے اتنی بھی خوشی نہ منائی۔ جتنی مشنری رسالہ نے جناب کے ہی الفاظ کے مطابق منائی ہے۔ اور جو بیس آپ الزام ونکاٹا رام کو ہی دیتے ہیں۔ بلکہ ہے آپ کو کچھ ہمدردی سو مگر سارے وید کا مستند ترجمہ تو تا حال شائع نہیں ہوا۔ کیا آریہ گزٹ کی یہ اپیل روپیہ بٹورنے کے معنی رکھتی تھی؟

آج بائبل دنیا کی ۵۰۰ سو سے زائد زبانوں میں موجود ہے۔ جسے ہر حصہ ملک کا انسان سمجھ سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اگر وہ ساری دنیا میں زندہ اور چلتی اور متحرک ہے۔ مگر قریب المرگ دھرم کے دم واپسیں کو تو آپ خود مانتے ہیں اور کیا مجال کہ اسے زندہ کہہ سکیں۔ سنئے

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو تین ہی پستکوں کی ضرورت ہے۔ سندھیا۔ ستیارتھ پرکاش اور ویدوں کی ۔ ۔ ۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ ابھی ہم آریہ سماج کے خاص خاص عہدیداروں کو بھی باقاعدہ سندھیا کرتا ہوا یا منتروں کے ٹھیک تلفظ کرنے سے بھی معذور دیکھتے ہیں۔ تا آریوں کی دھرم پستک وید جنکو پڑھنا تو کیا معنی غالباً بہتوں کو تو دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا ہوگا میں تو اپنے اعتقاد کی بابت کہتا ہوں کہ شتابدی میں جانے والا ہر آریہ اپنے گھر میں کوئی تحفہ لائے تو چاروں وید اسی سہت (معہ ترجمہ) نہیں مول (اصل) وید ہی گنگا کی شکل میں ہندو دھرم کے گھروں میں ہونے چاہئیں (آریہ گزٹ صفہ)

بتائیے کون مرگیا

بائبل سب زبانوں میں موجود ہے جسے ہر ملک کا ہر انسان پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ اور اب پنڈت ونکاٹا رام سے وہ دن اسے سنسکرت میں اپنے

ہندو بہنوں کی خاطر ترجمہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر ویدوں کو پڑھنا تو کیا معنی شاذ ہی کسی نے دیکھے ہونگے آپ کا اپنا اعتقاد ہے یہ ہے کہ ویدوں کو پڑھنا تو کسی نے ہی نہیں اگر وہ زبان میں ہی مول وید کو لوگ گھروں میں رکھ لیں تو

ایں ہم غنیمت است

مگر یہ غنیمت نہیں۔ کیونکہ وید کو پڑھنا پڑھانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔ نہ آریہ ویدوں کو پڑھتے ہیں اور نہ ہی پرم دھرم کے مالک ہیں۔ ویدوں کا تو اخباروں میں اور سبھاؤں پر نام ہی نام ہے۔ ورنہ کوئی انہیں پڑھ اور سمجھ نہیں سکتا۔ بس آپ ویدوں کے لئے جو کچھ ہیں اور وید آپ کے لئے جو کچھ ہیں وہ ظاہر ہے۔

خان

اطلاعی مضامین لکھنے میں ایک ہماری غلطی

بالعموم جب لوگ نورافشاں میں کسی جلسہ۔ کانفرنس یا مباحثہ کی اطلاعی خبر (رپورٹ) شائع کراتے ہیں تو سب سے بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ مقامی جغرافیہ تو مفصل لکھتے مگر کارروائی کو یا تو چھوتے ہی نہیں یا بہت ہی تھوڑا لکھتے ہیں مثلاً جب کسی جگہ پادری عبدالحق صاحب کا مباحثہ ہوا اور نامہ نگار اس کا حال کسی اخبار کے لئے یوں لکھے کہ

"ایک وسیع پنڈال تھا۔ ہماری جانب ۹۹ اور مخالف کی جانب ۱۰۱ آدمی تھے۔ ایک طول وطویل سفید کپڑوں والے مولوی صاحب سے مباحثہ شروع ہوا۔ پادری صاحب نے وہ وہ جواب دیئے کہ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ اور لوگ عش عش کر اٹھے وغیرہ۔"

آپ دیکھینگے کہ اس مضمون میں ایک بھی امر قابل بیان نہیں۔ عوام الناس کو تو یہ جتانا چاہئے کہ مخالف نے کون کون سے اعتراض بائبل مسیح یا الوہیت پر کئے اور پادری صاحب نے بائبل سے اس کا کیا جواب دیا اور اس پر قرآن اور حدیث سے کون کون سے تائید کی ثبوت پیش کئے۔

۳ کی شام کو جناب پادری فریڈ رچنہ صاحب تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا کہ پادری عبدالحق صاحب کا لائلپور میں آریوں سے الہام پر مباحثہ ہو چکا ہے پھر آج ہی مجھے پادری عبدالحق صاحب کا خط گکھڑ سے ملا ہے کہ آپ حافظ آباد میں بھی ۳ روز لکچر دیتے رہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے بھائی شامل جلسہ ہوئے اور جو کچھ سنا لئے اپنے دماغوں میں بند کر کے بیٹھ رہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر جگہ کا مختصر حال درج اخبار کر دیا جاتا اور پادری صاحب کے لکچروں کا خلاصہ مخالف کے اصل اعتراض اور پادری صاحب کے جواب لکھے جاتے۔ ہم تو زور سے کر برادران وطن سے ملتجی ہیں کہ ایسے اجلاس کی کارروائی ضرور درج اخبار ہونی چاہئے۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی رہے کہ بغیر اعتراضات اور جوابات سننے کے ناظرین اخبار کو خالی مقامی جغرافیہ اور شامل اجلاس لوگوں کے عش عش کا کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

پس نامہ نگار صاحبان کوشش کریں کہ

(۱) مضمون مختصر لکھیں۔

(۲) جس میں مقامی جغرافیہ اور حالات و واقعات غیر متعلقہ درج نہ کیا کریں۔

(۳) مقرر کی تقریر کا خلاصہ ضرور لکھا جایا کرے۔

(۴) بحث کا حال لکھتے وقت صرف اعتراضوں اور جوابوں کا لکھنا ہی ضروری ہے۔

(۵) یہ لکھنا کہ مقرر نے خوب دلائل پیش کیں۔ مخالف چپ ہو گیا۔ لوگ حیران ہو گئے۔ کچھ بھی فائدہ نہیں رکھتا۔

اب ماہ حال کے آخری ہفتہ میں سلطان المناظر جناب پادری سلطان محمد خاں صاحب گوجرانوالہ میں تبلیغی تقریر فرمانے کو جا رہے ہیں اور فاتح قادیان جناب پادری عبدالحق صاحب کے بھی لکچر ہونگے۔ پس ہم پادری لینگ صاحب منتظم جلسہ ہذا سے درخواست کرتے ہیں کہ کسی زود نویس کو تقریروں کے نوٹ لینے کے لئے ضرور مقرر کریں تاکہ خلاصہ درج اخبار نورافشاں کرایا جا کر جملہ ناظرین اخبار کو فائدہ پہنچایا جائے۔ اگر یہ باتیں اخباروں میں نہ لکھی جائیں تو اخباروں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ پادری عبدالحق و سلطان محمد خاں صاحبان کی تقاریر خدا کی برکت ہیں اور ان سے نہ صرف خود ہی مستفیض ہونا چاہئے۔ بلکہ اس فیض کو عام کر دینا ضروری ہے۔ توڑوں کی تمثیل کا یہی مطلب ہے۔

خان

مخلوط مسیحیت

ہم ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ہمعصر "امن" سے پرلطف بیان ذیل درج اخبار کرتے ہیں۔ آجکل عنوان مافوق زیر بحث ہے ناظرین اس کا بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ شاید اس پر کسی کو اپنے خیالات کا اظہار کرنا پڑے۔ ایڈیٹر۔

مسیحی دین نہایت ہی کڑوا اور نا ملائم ہے۔ اگر ہم غیر مسیحیوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہیں تو یقیناً ہمیں نصف راستہ میں ملنا پڑیگا۔ بالفاظ دیگر مسیحیت کا وہم کرنا پڑیگا۔ آجکل مسیحیت کو ہندو ویت میں مخلوط کرنے کا نا روا کرنے کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ ہمیں اس محاورہ کی اب تک سمجھ نہیں آئی ہمیں ان لوگوں سے جو یہ چاہتے ہیں کہ غیر مسیحیوں میں خوشخبری نجات کو مشرقی دماغ اور فہم کے مطابق شکل میں پیش کرنا چاہئے۔ ہمدردی ہے۔ حصول مقصد کے لئے ایسی جملہ مساعی ضروری ہیں۔ مگر جو طبقہ کہ مسیحیت کو ہندو ویت میں مخلوط کرنے پر مائل ہے وہ ان کوششوں کو اہم نہیں سمجھتا۔ وہ کلیسیائی عبادت کے طور وطریق میں شدید تبدیلیاں



کرے گا۔ خواہاں ہے۔ مثلاً وہ گرجوں کو ہندوؤں کے مندروں کی صورت پر تعمیر کرکے قدس الاقداس میں مسیح کا بُت نصب کریگا۔ اور وہ اس طرح پوجا کرینگے جیسے کہ ہندو مندروں میں کرتے ہیں۔ وہ بپتسمہ اور عشاءِ ربانی کو ترک کر دینگے تاکہ ہندوؤں کے کلیسیا میں داخل ہونے میں یہ باتیں باسد نہ ہوں۔ (روشن عطا نہا)

"ڈاکٹر جونس صاحب نے جب مہاتما گاندھی سے استفسار کیا کہ کس طرح مسیحیت کو ہندوستانی بنایا جا سکتا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ مسیحی دین کو آمیزشوں سے پاک رکھو۔ مہاتما گاندھی کے یہ الفاظ بالکل راست ہیں۔ اُس شخص کی جانب سے جس نے صفائی سے اپنے مسیحی نہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ مسیحیوں کو یہ طعنہ نہایت زبردست ہے۔ جو لوگ ہندوؤں کی دوستی حاصل کرنا چاہتے ہیں اُنہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سودا بہت مہنگا ہے۔ ہندو تو مسیح کو بھی اپنے لاتعداد اوتاروں میں سے ایک بنا دینگے۔ کلیسیائے ہند کو زندہ مسیح کی ضرورت ہے اور ان دنوں اسی بات کی کمی ہے وغیرہ (کرسچن پیٹریٹ)

ہمعصر کرسچن پیٹریٹ کے مندرجہ بالا الفاظ ایسے واضح ہیں کہ ہم ان کی لفظ بلفظ تائید کرنے کے علاوہ کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ امید ہے کہ ہم مسیح کو مسیح ہی رہنے دینگے۔ اور اس صورت میں اگر ہندو ہم سے نفرت بھی کریں تو سب کچھ صبر سے برداشت کرتے ہوئے کہینگے کہ ہم گھٹیں اور مسیح بڑھے۔"

تصحیف التحریف مصنفہ پادری سلطان محمد خاں صاحب اور **اثبات التثلیث فی التوحید** مصنفہ پادری عبد الحق صاحب چھپ چکی ہیں۔ قیمت ۸/ مسٹر ایم۔ کے خان مہاں سنگھ باغ لاہور سے منگوائیے۔

پادری سلطان محمد خاں صاحب گوجرانوالہ میں

آہا۔ کیا ہی خوشی کی خبر ہے کہ ہمیں ابھی پادری اے۔ ایم۔ لینگ صاحب مشنری امریکن مشن گوجرانوالہ سے مندرجہ ذیل اعلان موصول ہوا ہے تاکہ اسے نور افشاں میں درج کر دیا جائے۔ جیسا کہ ہم نے پادری صاحب سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ پادری سلطان محمد خاں صاحب کے نام نامی سے ناظرین کرام نور افشاں واقف ہو چکے ہیں۔ آپ کی علمی لیاقت اور مقابلہ مذاہب پر تقریر پر تاثیر کی قابلیت کا لوہا پنجاب اور یو۔ پی کے غیر مسلم اکثر اصحاب مان چکے ہیں بالخصوص پنجاب میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور مفتی محمد صادق صاحب تو تجربہ کرکے آپ کی ذہنی اور علمی استعدادات کے قائل ہو چکے ہیں اب خیر سے آپ گوجرانوالہ میں تبلیغی تقاریر کی خاطر تشریف لا رہے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ مسیحی اور غیر مسیحی جنہیں تلاش حق اور مذہب صادق کی آرزو ہے فوراً گوجرانوالہ پہنچ جائینگے۔

نیز یہ خبر بھی زیادہ تر مسرت افزا ہے کہ پادری لینگ صاحب نے ہماری استدعا پر جناب خواجہ غلام احمد صاحب کو ان لیکچروں کی رپورٹ لینے کے لئے مقرر فرمایا ہے اور ہماری درخواست پر جناب خواجہ صاحب نے اس کو منظور بھی فرمایا ہے۔ تاکہ لیکچروں کا خلاصہ درج اخبار ہو کر جلد ناظرین کرام تک پہنچایا جائے۔ تاہم شنیدہ کے بود مانند دیدہ ہر ایک کو خود گوجرانوالہ میں جاکر سلطان المناظرین کی تقاریر کا لطف اُٹھانا چاہئے۔ اعلان حسب ذیل ہے۔

اعلان عام

"ہندو مسلمانان اور دیگر صاحبان اقوام کو خصوصاً مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ماہ حال کی ۲۳-۲۴-۲۵ تاریخ کو بوقت شام ½۶ بجے مشن سکول ہال متصل [illegible] میں تشریف لا دیں۔ لیکچر ½۶ بجے سے ½۹ بجے تک ہوگا۔ پادری ایس۔ ایم۔ پال صاحب مندرجہ ذیل مضامین پر لیکچر دینگے۔

(۱) نجات صرف مسیحی مذہب میں ہے۔ یعنی ابطال تناسخ

(۲) ابطال قدامت مادہ

(۳) وید یا بائبل۔

اگر صاحبان مذکور سامعین سوالات پوچھنے کے خواہاں ہوں تو وہ لیکچر کے اختتام پر پوچھ سکتے ہیں۔ جس پر کہ لیکچر ہو رہا تھا۔"

اس جلسہ بشارت کے منتظم جناب پادری لینگ صاحب ممدوح الصدر ہیں۔ ہم آپ کی ان مساعی جمیلہ کے لئے تعریف کرتے اور مبارکباد کہتے ہیں۔

خان

پیرس ۱۲ نومبر۔ سفیروں کی ایک کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ علاقہ کولون کا تخلیہ یکم دسمبر کو شروع کر دیا جائے۔ سفرا نے علاقہ رائن میں بھی قبضہ کو ڈھیلا کرنے کے لئے تجاویز پاس کی ہیں۔ جن کی رو سے قابض افواج پر پابندیاں عاید کی گئی ہیں۔ اس علاقہ میں ایک جرمن کمشنر کی تقرری منظور کر لی گئی ہے۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ خاص جرائم کے مجرمان کے مقدمات فوجی عدالتوں کی بجائے جرمن عدالتوں میں پیش ہونگے۔ یہ کارروائی اس لئے کی گئی ہے تاکہ جرمنی میں قوم پسند معاہدہ لوکارنو کی جو مخالفت کر رہے

ہیں اسے کم کیا جائے۔

(بندے ماترم)

خبریں

آکسفورڈ ۱۵ نومبر لوکارنو کا ذکر کرتے ہوئے وائیکونٹ سیسل نے کہا کہ لوکارنو کی کارروائی کسی ایک قوم کے خلاف نہیں کی گئی۔ وہاں تو جنگ کے سوا کسی ملک یا طاقت کو دشمن خیال بھی نہیں کیا گیا۔

(بندے ماترم)

میڈرڈ ۱۴ نومبر کل دوپہر صدر کے محل میں آگ لگ گئی۔ شہر کے تمام فائر بریگیڈ بلائے گئے۔ چھت کا ایک حصہ گر گیا۔ جس سے دو آتش اطفائیوں کو نقصان پہنچا۔ سٹاف کے کئی کمرے خاک سیاہ ہو گئے۔

(ر)

کلکتہ ۱۷ نومبر ڈبروگڑھ آسام سے یہاں افواہیں موصول ہوئی ہیں کہ کچھ یورپین ملازمان ریلوے کو قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ گذشتہ ہفتہ ڈبروسادیہ ریلوے ورکشاپ کے ۷ اعلیٰ یورپین ملازموں کو خط موصول ہوئے ہیں جن میں درج تھا کہ انہیں کچھ پارسل بھیجے گئے ہیں۔ جن میں چاکولیٹ اور شراب کے نمونے بند ہیں۔ اور کہ یہ اس لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ یہ بھی اس قوم کے ممبر نہیں۔ پارسل وقت مقررہ پر پہنچ گئے اور ان میں کچھ اشیا کا استعمال کرنے پر چند اشخاص بیمار ہو گئے۔ پارسلوں پر کلکتہ کی بجائے ایک اور جگہ کی مہریں تھیں جو ڈبروگڑھ سے مرقتہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اینگلو انڈین اور دو برخاست ہندوستانی ملازمان ڈبروسادیہ ریلوے کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔

(ر)

امرتسر ۱۶ نومبر مقدمہ مندرجہ عنوان جس میں محمد طفیل خزانچی دفتر امرتسر پر قریباً اٹھارہ ہزار روپیہ کے غبن کا الزام ہے۔ آج پھر زیر دفعہ ۴۰۹ تعزیرات ہند برائے سماعت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ کوئی گواہ استغاثہ حاضر نہ تھا۔ اس لئے مقدمہ ۲۷ نومبر پر ملتوی کر دیا گیا۔

(ر)

ڈاکٹر کچلو پچھلے دنوں میرٹھ تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ آئندہ میونسپل انتخابات میں وہ کانگرس کے نمائندوں کو ہرگز ووٹ نہ دیں۔

(ر)

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے۔ اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا رتبہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

ضلع گورداسپور

اشتہار کتب

شریعت ارتداد مصنفہ پادری ایس۔ ایم زویمر صاحب۔ مسلمانوں میں سے جب کبھی کوئی شخص مسیحی ہو جاتا ہے تو اس کے رشتہ داروں اور عامۃ المسلمین کی طرف سے جو جو ظلم و ستم اس پر نازل ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی شریعت میں مرتدوں سے نہایت ہی سنگدلانہ عدم رواداری کا حکم پایا جاتا ہے۔ بس اس نئے مضمون پر یہ کتاب لکھی گئی ہے صفحہ ۳۰۔ ۲ر

تصحیف التحریف مسلمانوں میں آجکل یہ بے بنیاد عقیدہ راہ پا گیا ہے کہ بائبل بدل گئی ہے۔ پادری سلطان محمد صاحب نے اس کتاب میں مستند قرآنی آیتوں۔ محمدی حدیثوں اور علمائے اسلام کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت نے بائبل پر تحریف و تبدیل کا کبھی الزام نہیں لگایا اور مسلمانوں کا موجودہ عقیدہ قرآن و احادیث کے صریح خلاف ہے اور مختصر مسلمانوں کا منہ بند کر دینے والی کتاب ہے صفحہ ۶۰۔ ٹائٹل رنگین۔ ۴ر

میزان الحق یہ نہایت مشہور تصنیف ہے جسے پادری فانڈر صاحب نے تصنیف اور پادری ٹزڈل صاحب نے تصحیح کیا اور اب بعد تصحیح دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ بائبل نہیں بدلی۔ وہ وہی ہے جو محمد صاحب کے زمانہ میں تھی۔ بائبل کی تعلیمات سچے الہام کے مطابق ہیں۔ اور اسلام کے آخری الہام آلہی ہونے کی منصفانہ تحقیق ضخیم مگر ارزاں کتاب ہے۔ صفحہ ۴۹۷۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

المشتہر سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انار کلی۔ لاہور

خوشخبری سنانے کے لئے دیا جاتا ہے۔ آجکل کے بیچارے مشنری اور پاسبان کمیٹیوں اور کانفرنسوں اور دیگر ایسے ہی کاموں کے چکر میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ خالص منادی کے لئے جس کے لئے وہ علیحدہ کئے گئے ہیں۔ ان کو کوئی وقت نہیں تھا۔ میرے ہمخدمت خادم الدین ذرا غور کرو۔ کیا یہ انتظام کی زنجیریں ہمارے منصبی کام سے روک تو نہیں رہیں؟ میرا ہرگز مطلب نہیں کہ یہ انتظام برے ہیں۔ کمیٹیوں اور کانفرنسوں کا ہونا آجکل کے زمانہ میں ضروری ہے۔ پر ہم اسی پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ خوشخبری سنانا کو سب سے افضل جانیں۔ ان سب مندرجہ بالا زنجیروں نے ہزاروں کارستوں کو بے بس کر دیا ہے۔ لیکن ایک اور زنجیر ہے جو آہنی نہیں۔ وہ فانی نہیں بلکہ لافانی ہے اور جس کو پولوس رسول خود پہنے ہوئے تھا اور چاہتا تھا کہ ہر ایک کارندہ اُس کا قیدی ہو اور وہ محبت کی زنجیر ہے۔ پولوس خود فرماتا ہے کہ مسیح کی محبت ہمیں مجبور کر دیتی ہے۔ چاہئے ہم سب کے سب محبت کے مجبور ہو کر خدا اور انسان کے پریم سے مسخر ہو کر اپنے ایلچی کے منصب کو وفاداری سے نبھائیں۔ جب تک ہم مسیح کی محبت کے مجبور ہیں تب تک کوئی شے یا حالت ہمیں ہمارے مقصد سے ہٹا نہیں سکتی۔ ہم پولوس کے ساتھ زنجیر سے جکڑے ہوئے ایلچی ہونگے۔

وزیر چند

مسئلہ افیون کا بین الاقوامی پہلو

عوام میں افیون کھانیکی عادت کا کیونکر انسداد ہو

امریکہ کے سابق کمشنر تجارت مقیم ہند کے خیالات

مسٹر سی بی ہیچلڈر حال ہی میں ریاست متحدہ امریکہ کی طرف سے ہندوستان میں کمشنر تجارت کی حیثیت سے مقیم تھے۔ آپ نے مسئلہ افیون کا بین الاقوامی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کیا ہے اور حال میں اس وقت طلب اور اہم مسئلہ پر نئی روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ متمدن تہذیب میں افیون کا سوال کسی خاص ملک کی ضروریات تک محدود نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کی بین الاقوامی حیثیت صرف ایک واقعہ سے ظاہر ہوسکتی ہے

گورنمنٹ ہند کی طرف سے چین میں افیون کی درآمد کی بندش

چند سال پہلے گورنمنٹ آف انڈیا کو چین میں افیون کی درآمد کے ذریعہ تین ارب پچاس کروڑ ڈالر سالانہ کی آمدنی تھی۔ لیکن ۱۹۱۷ء میں گورنمنٹ ہند نے چین میں افیون کی درآمد بند کر دی اور اس قدر کثیر آمدنی کی پرواہ نہ کی۔ مسٹر ہیچلڈر نے بتایا کہ افیون کھانے کی خرابی کو روکنے کا موثر طریقہ معلوم کرنے سے مسئلہ افیون حقیقی طور پر حل ہوسکتا ہے۔ اس بارہ میں امریکن اور برطانوی حکومتوں کی پالیسی میں جو اختلاف ہے اس پر مسٹر ہیچلڈر نے وضاحت سے بحث کی ہے۔ گورنمنٹ امریکہ کا یہ خیال ہے کہ اگر دنیا بھر میں محض اسقدر افیون کی کاشت کی جائے جو محض طبی اور سائنٹفک ضروریات کے لئے کافی ہو تو افیون کھانے کی خطرناک عادت کا خود بخود انسداد ہو جائیگا۔ اس کے متعلق مسٹر موصوف کی یہ رائے ہے کہ بطور اصول کے تو امریکن پالیسی جامع اور ہمہ گیر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ پالیسی قابل عمل بھی ہے؟ افیون کی کاشت کا رقبہ اس قدر وسیع ہے کہ موجودہ حالات میں اس پر نگرانی کرنا نہ صرف نہایت مشکل ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ فائدہ مترتب نہیں ہوگا۔ کاشت افیون کو زیر نگرانی رکھنے کی بجائے اگر ان تیس کارخانوں پر ضرور نگرانی رکھی جائے جو مختلف یورپین ممالک میں واقع ہیں۔ اور جہاں افیون کو مارفائین کی صورت میں تبدیل کیا جاتا ہے تو مسئلہ افیون بخوبی حل ہوسکیگا۔ مسٹر ممدوح نے اس اصول کی تشریح کرتے ہوئے یہ مثال دی کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی گورنمنٹ نے اپنے ملک میں شراب اور دیگر منشیات کی ممانعت کر دی ہے لیکن انتہائی کوشش کے باوجود وہ شراب اور دیگر منشیات پر کامیابی سے نگرانی نہیں رکھ سکتی۔

گورنمنٹ ایران کا جواب

امریکہ میں جو مارفائین تیار ہوتا ہے اس کے لئے ہندوستان کی بجائے ایران۔ ٹرکی۔ افغانستان اور دیگر سلاطین سے افیون کی درآمد کی جاتی ہے اور چونکہ یہ ملک امریکہ کی خاطر افیون کی آمدنی سے محروم ہونا نہیں چاہتے۔ اس لئے گورنمنٹ امریکہ کے لئے بہتر تجویز یہی ہے کہ وہ مارفائین کے کارخانوں پر نگرانی رکھنے کا انتظام کرے۔ گورنمنٹ ایران کی کل آمدنی کا ۱/۴ مارفائین سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ٹرکی۔ افغانستان اور دیگر سلاطین کو افیون سے کافی آمدنی ہے۔ جب تک وہ اس آمدنی کی کسر کسی اور کاشت کے ذریعہ نہ نکال سکیں وہ یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ انکی حدود کے اندر کاشت افیون پر نگرانی ہو۔ گورنمنٹ ایران نگرانی کے مصارف بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ اس معاملہ میں گورنمنٹ ایران سے استصواب رائے کیا گیا تو اُس نے کہا کہ افیون کی کاشت بند کرنے کے لئے اُسے ایک کروڑ تومان لینا پڑیگا جو حاصل جنگی اخذ کرنے کے لئے اُسے کامل طور پر آزاد کیا جائے اور بیرونی قرضہ کی بے باکی کچھ عرصہ کے لئے معرض التوا میں ڈالا جائے۔ چونکہ اس قسم کی وسیع الاثر پیچیدگیاں مسئلہ افیون میں مضمر ہیں۔

کیا محض قانون سازی سے اخلاقی برائیاں دُور ہو سکتی ہیں

مسٹر بیجلیڈر نے سوسائٹی میں اخلاقی برائیاں دور کرنے کے لئے ایک اصول کی توضیح کی ہے یعنی جب تک عوام الناس کسی اخلاقی بُرائی کے تدارک کے لئے مکمل طور پر متحد الرائے ہو کر کوئی قانون تجویز نہ کریں حکومت وقت کو ان کے دیرینہ نظام مجلسی میں مداخلت کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ محض قانون سازی عوام کو اُن کی پُرانی عادتوں اور رسوم کی آہنی گرفت سے آزاد نہیں کر سکتی۔ انہیں خود اخلاقی ضابطہ پر عمل کرنا چاہئے۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستان میں اسی اصول پر کاربند رہی ہے کہ وہ افیون کی مقدار کو محدود کرنے کے حق میں رہیگی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس معاملہ میں کسی قانون سازی سے پہلے عوام میں افیون کی بُرائی کا زبردست احساس موجود ہو۔ ہندوستان میں جو لوگ افیون کھانے کے عادی ہیں وہ سوسائٹی میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھے جاتے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی پالیسی اس کمیشن کے اخذ کردہ نتائج پر مبنی ہے جس نے اپنی رپورٹ میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ بعض ہندوستانی دوائی کے طور پر افیون استعمال کرتے ہیں اور اس پالیسی کی کامیابی کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ تیس سال کے ہندوستان میں افیون کی مقدار فی کس ۲۶ گرین سالانہ سے متجاوز نہیں ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مقرر کردہ خاص کمیٹی نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہاں افیون کی سالانہ کھپت فی کس ۳۶ گرین ہے گو بعض اشخاص اس اندازہ کو درست نہیں مانتے۔

ہندوستان سے افیون کی برآمد پر شدید نگرانی

مسٹر بیجلیڈر نے بیان کیا کہ افیون کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا کی پالیسی حالات پر غور کرنے کے بعد وضع کی گئی ہے۔ اور اس پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے سب سے قابل توجہ امر یہ ہے کہ ہندوستان سے افیون کی برآمد کا انتظام ازبس کامیاب رہا ہے اور پھر جس قدر افیون باہر جاتی ہے حکومت ہند اس کا ¾ حصہ تو ذمہ وار گورنمنٹوں کے ہاتھ فروخت کرتی ہے۔ اور باقی ¼ حصہ ایسے ملکوں میں بھیجا جاتا ہے جو اس امر کا سارٹیفکیٹ پیش کریں کہ وہاں افیون صرف جائز اغراض کے لئے استعمال کی جائیگی۔ غرضیکہ یہ گورنمنٹیں افیون کے جائز استعمال کے متعلق کلی طور پر ذمہ وار ہیں۔ اگر وہ معمولی مقدار سے زیادہ افیون طلب کریں یا اسے ناجائز طور پر برتیں تو اُن کے ملک میں افیون کی درآمد روک لی جاتی ہے۔ برطانیہ کے جن مقبوضات کو حکومت اختیاری حاصل نہیں۔ وہاں افیون کا مسئلہ خاص طور توجہ طلب ہے مثلاً ہندچینی کی کل آمدنی کا ۳۰ و ۷ حصہ برٹش ملایا میں ۲۰ و ۲۸ اور ہانگ کانگ میں ۴۰ و ۳۲ حصہ افیون کے محاصل پر مشتمل ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہے کہ اگر وہ اپنے مقبوضات میں ہندوستان سے افیون کی درآمد کو بند کر دے تو چین سے افیون کی اسی قدر مقدار لازمی طور پر خفیہ اور ناجائز طریقوں سے وہاں پہنچ جائیگی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا میں جس قدر افیون کاشت کی جاتی ہے اُس کا اسی فی صدی حصہ چین میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر چین افیون کی پیداوار بند کر دے تو گورنمنٹ برطانیہ اس کے ساتھ شرکت عمل کے لئے تیار ہے۔ حکومت برطانیہ نے اپنے مقبوضات میں افیون نوشی کو ممنوع قرار دینے کا وعدہ کیا اور چین کو مہلت دی کہ وہ پندرہ سال کے اندر کاشت کو اس قدر موزوں کر دے کہ اسکی ناجائز تجارت بالکل مسدود ہو جائے۔ نیز گورنمنٹ برطانیہ نے اقوام لیگ کو مدعو کیا کہ وہ اپنے نمائندوں کو موقع پر بھیجکر اس معاملہ کی تحقیقات کرے اور اس کے متعلق سفارشات پیش کرے۔

برٹش گورنمنٹ کی تین ارب پچاس کروڑ ڈالر سے دست برداری

افیون کے خلاف جو تحریک مہذب ملکوں میں جاری ہے ... گورنمنٹ برطانیہ اس میں شرکت عمل کے لئے ہمیشہ تیار ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ چین میں اس نے افیون کی درآمد کو قطعاً بند کر دیا ہے اور تین ارب پچاس کروڑ ڈالر کی آمدنی کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ بحالیکہ ۱۹۱۷ء میں حکومت ہند نے اس تجارت کو ممنوع قرار دیا۔

ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب

۲۸ ۱۰/۲۵

بوئنگ کرسچین ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔ جس نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیرنگرانی کر دی ہیں اور چار ہندوستانی خواتین اُسکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ خرچ خوراک درجہ پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس بحساب سرکاری شرح ہے متفرق اخراجات کے لئے ۱۲ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں اور سٹیشنری کی قیمت اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام چالیس فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جزکشا اعہ سے مالعہ تک کرد کرول عہ سے صعہ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوانچند صاحب پرنٹر چھپا۔